کلامِ غالب میں نفسیاتی تاثرات کی عکاسی

عاصم شجاع ثقلین/ ڈاکٹر شفیق احمد

ABSTRACT:

No doubt Mirza Asadullah Khan Ghalib is one of the ever time greatest poets of Urdu. He ever remained at an honourable and respected place in the eyes of renowned critics. Thousands of critical appreciations has been and are being written to prove Ghalib's greatness. This short piece of writing is comprises of some imageries and reflections of human psychological expressions in Ghalib's poetry. Ghalib tries to paint ones facial expressions and body gestures by his words. Although he didn't have any proper knowledge of human psychology but his poetry shows that he knows a lot about it. We can easily say that this point of view also proves that his verses can present many aspects of human behaviours.

غالب بلامبالغہ ان شعرا میں سے ہے جن کے کلام میں معنی و مفہوم کی ایک دنیا کے ساتھ انسانی احساسات اورنفسیات کا ایک جہان بھی آباد ہے۔ اگرچہ غالب نے علم نفسیات کا باضابطہ مطالعہ نہیں کیا تھا لیکن شاعری میں اس کی ذہانت مختلف نفسیاتی معاملات اور کیفیات کے عقدے وا کرتی نظر آتی ہے۔

اشعارِ غالب کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب کے ہاں انسانی احساسات ونفسیات سے متعلق مختلف حالتوں کی نہایت مؤثر عکاسی نظر آتی ہے۔ خوشی، دکھ، شرمندگی، ندامت، تجسّس، پریشانی اور حیرت وغیرہ کی مختلف صورتیں غالب کے اشعار سے عیاں ہیں۔ یہی نہیں بلکہ نفسیاتی کیفیات کی یہ عکاسی بعض اوقات تاثرات کی امیجری میں ڈھل جاتی ہے۔ غالب کے اشعار میں معاملاتِ زندگی کی کسی مخصوص صورتِ حال میں انسانی ردِعمل کا شعور اس قدر گہرا ہے کہ غالب کو انسانی نفسیات کا بہترین نباض کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ غالب کے بیسیوں اشعار ایسے ہیں جن کو غالب نے محض کسی خاص نفسیاتی تاثر کے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔

ے بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے (۱)

غور کیا جائے تو یہ بے خودی کسی ایسے جذبے کی پردہ داری کے لیے اپنائی گئی ہے جس کے اظہار سے خودی و خودداری کے مجروح ہونے کا اندیشہ ہے۔ کلامِ غالب کی اس جہت کے مطالعے سے قبل علمِ نفسیات کے حوالے سے ایک وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ علم نفسیات میں فرائڈ کے نظریات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ فرائڈ کہتا ہے کہ معاشی قوانین میں اُلجھا ہوا انسان اپنی انا یا خودداری کو بچانے کے لیے کسی خاص پریشانی، خوف یا شرمندگی سے انکار کرتا ہے۔(۲) فرائڈ کا یہ نظریہ ڈیفنس میکانزم (Defense Mechanism) کہلاتا ہے جسے اُردو میں مدافعتی میکانیت کہا جاتا ہے۔ اسی مدافعتی میکانیت کے ذیلی نکات میں سے ایک ری ایکشن فارمیشن (Reaction Formation) ہے، جسے اُردو میں تشکیلی ردِعمل کہا جاسکتا ہے۔ ری ایکشن فارمیشن کی تعریف کچھ اس طرح کی جاسکتی ہے:

''جب لاشعوری دباؤ پیدا کرنے والا ایک احساس شعوری طور پر اپنے متضاد احساس سے بدل دیا جائے۔''(۳)

یعنی ''ایسا ردِعمل جو اصل احساس کا متضاد ہو''(۴) مثال کے طور پر غم کی حالت میں خود کو خوش ظاہر کرنا یا اندر سے شرمندہ ہونے کے باوجود بظاہر اعتماد سے بات کرتے رہنا۔

کلامِ غالب میں انسانی نفسیات کا یہی نکتہ (تشکیلی ردِعمل) متعدد مقامات پر نظر آتا ہے۔ غالب کے حالاتِ زندگی سے یہ بات مکمل طور پر عیاں ہوتی ہے کہ اس نے غم والم سے بڑی ہمت اور حوصلے کے ساتھ نباہ کیا۔ رنج کا خوگر ہو کر مشکلوں سے بہ آسانی نبرد آزما ہونا غالب کی شخصیت کا ایک طاقت ور پہلو تھا اور اس کی یہی ذاتی خوبی اس کے اشعار کے دریچوں سے بھی جلوہ نما ہے۔ غالب اپنے اشعار میں اپنے غموں کو خوشی بنا کر ظاہر کرتا اور اپنی پریشانیوں یا شرمندگیوں پر نازاں دکھائی دیتا ہے۔ وہ اپنے ان منفی جذبات اور احساسات کو اپنے اعتماد کا آلۂ کار بناتا اور اپنی ندامت پر خود ہی قہقہے لگاتا ہے۔ اس کے کئی اشعار فرائڈ کے اسی ''تشکیلی ردِعمل'' کے عکاس نظر آتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

ے اُن کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے (۵)

اگرچہ شعر میں منہ پر رونق کا آ جانا بے اختیاری نظر آتا ہے لیکن غالب کا وتیرہ یہی ہے کہ وہ ''اُن'' کو دیکھتے ہی اپنی تمام بیماریٔ دل بلکہ سارا غمِ حیات بھلا کر منہ پر رونق لے آتا ہے۔

تشکیلی ردِعمل کی صورت اُن اشعار میں بہت زیادہ ہے جنھیں اپنے موضوعات کے اعتبار سے ہلکے پھلکے اشعار کہا جاسکتا ہے یا پھر وہ اشعار جن میں غالب کا سامنا کسی مضحکہ خیز یا دلچسپ صورتِ حال سے ہے۔ یہ شعر ملاحظہ ہو:

ے جس قدر وہ دے ذلت ، ہم ہنسی میں ٹالیں گے
بارے آشنا نکلا ان کا پاسباں اپنا (۶)

غالب یہ تہیہ کیے بیٹھا ہے کہ وہ محبوب کے پاسباں کی دی گئی ذلت کو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ہنسی مذاق سمجھتے ہوئے ٹالتا رہے گا کیوں کہ آخر کو وہ غالب کا پرانا آشنا ہے۔غالب کی خود داری اُسے تذلیل کو تذلیل نہ ماننے پر اُکساتی ہے اور وہ اس بےعزتی کو بڑے اعتماد کے ساتھ ہنسی مذاق کے پردے میں چھپا لیتا ہے ۔ ایسی ہی کیفیت غالب کے اس معروف شعر میں ''ستم ظریف'' کے الفاظ سے اُبھرتی ہے:

ے میں نے کہا کہ بزمِ ناز چاہیے غیر سے تہی
سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اُٹھا دیا کہ یوں (۷)

محبوب کے اس سنجیدہ عمل پر اس کو غالب کی طرف سے دیا گیا ''ستم ظریف'' کا لقب مذاق ثابت کرنے کا بہانہ ہے۔ غالب کی ذاتی کیفیت اس شعر میں بھی بعینہٖ گزشتہ شعر جیسی ہے۔ وہ اپنی خجالت چھپانے اور شرمندگی سے بچنے کے لیے محبوب کے ناروا سلوک کو اُس کی ظرافت یا مذاق کہہ کر ٹالنا چاہتا ہے۔ ایک اور شعر دیکھیے جس میں رشک کے باعث غالب کا علم، لاعلمی میں بدل گیا ہے:

ے چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لوں
ہر اِک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں (۸)

ایک اور غزل کے چند قطعہ بند اشعار میں غالب نے رقیب اور غیر کے کچھ ایسے رویے بتائے ہیں جنھیں رقیب کے تشکیلی ردعمل سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ وہ اپنے حسد اور بغض کو چند مثبت رویوں میں ملفوف کر کے غالب کو اذیت دینے کا خواہاں ہے۔اشعار ملاحظہ ہوں:

ے غیر یوں کرتا ہے میری پرسش اس کے ہجر میں
بے تکلف دوست ہو جیسے کوئی غم خوارِ دوست
تا کہ میں جانوں کہ ہے اُس کی رسائی واں تلک
مجھ کو دیتا ہے پیامِ وعدۂ دیدارِ دوست
چپکے چپکے مجھ کو روتے دیکھ پاتا ہے اگر
ہنس کے کرتا ہے بیانِ شوخیٔ گفتار دوست (۹)

ایسے تمام اشعار جہاں غالب کی شاعرانہ نزاکتوں کا پتا دیتے ہیں وہیں اس کے گہرے نفسیاتی شعور کے غماز بھی ہیں۔ ان اشعار کے موضوعات بظاہر بہت ہلکے پھلکے ہیں لیکن غالب جیسے جینئس کی باریک بینی اور انسانی شعور و لاشعور پر اس کی ناقدانہ نظر اِن اشعار سے عیاں ہے۔

فرائڈ کے اس نظریہ تشکیلی ردعمل کے علاوہ انسانی نفسیات سے متعلق ایک اور نکتہ بھی غالب کے اشعار کی فکری وفنی وقعت میں گراں قدر اضافے کا باعث ہے اور وہ یہ کہ غالب کے کئی اشعار کسی مخصوص صورتِ حال میں سامنے

آنے والے نفسیاتی تاثر کی تصویر کاری کرتے ہیں۔ اشعارِ غالب میں کسی انتہائی احساس یا جذبے کا ایک خاص عکس اُبھر کر نظروں کے سامنے آتا ہے، ایک واضح اور کُھلے امیج کی طرح نہیں بلکہ تصور میں کہیں بن جانے والے ایک خیالی عکس کی طرح۔ یوں اشعارِ غالب کو ہم نفسیاتِ انسانی یا تاثراتِ انسانی کی ایسی امیجری کہہ سکتے ہیں جو کسی قدر دھندلی ہونے کے باوجود سمجھ میں آجانے والی ہے۔ امیجری کی اس خاص قسم کو غالب کے اشعار ہی کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ شعر ملاحظہ ہو:

ے دے کے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر
کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے (۱۰)

اس شعر کو پڑھنے والا غالب کے نامہ بر کی شکل وصورت، حلیے یا حالت سے ہرگز واقف نہیں لیکن اُس تاثر کی تصویر کہیں نہ کہیں ضرور بن جاتی ہے جو اس نامہ بر کے چہرے پر موجود ہے۔ نامہ بر صرف غالب کا منہ نہیں دیکھ رہا بلکہ کچھ ایسی نظریں غالب پر ڈالے ہوئے ہے جن میں کچھ کہنے کی خواہش موجود ہے، جنھیں بھانپ کر غالب یہ سمجھ لیتا ہے کہ نامہ بر کسی کی طرف سے محض یہ خط ہی نہیں بلکہ کوئی زبانی پیغام بھی لایا ہے۔ ایک اور تاثر کی تصویر کاری ملاحظہ ہو:

ے پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا (۱۱)

اس شعر کی کیفیت بڑی پُرلطف ہے۔ غالب کا محبوب جس کی بے نیازی اور غرور غالب کے پورے کلام سے عیاں ہے، کسی محفل میں سب سے مخاطب ہوکر پوچھتا ہے کہ یہ ''غالب کون ہے؟'' غالب خود بھی اس محفل میں موجود ہے۔ ظاہر ہے محبوب کے اس سوال پر سب غیر شعوری طور پر غالب کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔ اس صورتِ حال میں کئی چیزیں غالب کے لیے باعثِ شرم ہیں کہ وہ اپنا تعارف خود کرائے، حسب نسب بتائے یا اُسے اپنے دل کی حالت و کیفیت سے آگاہ کرے۔ بہر صورت پریشان کن امر یہ ہے کہ ابھی تک تو وہ تعارف کے مرحلے سے بھی نہیں گزرا۔ ایسی صورتِ حال میں غالب کا یہ کہنا کہ ''کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا'' جس تذبذب اور گومگو کے نفسیاتی تاثر کا عکاس ہے اس کا امیج بنانا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔ ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

ے کہوں جو حال تو کہتے ہیں ''مدعا کہیے!''
تمہی کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے (۱۲)

''مدعا کہیے!'' کے الفاظ میں جو طمطراق، غرور اور بے نیازی کی کیفیت ہے وہ سامنے والے کو خاموش کرانے کے لیے کافی ہے۔ بالکل ایسا ہی ایک تاثر غالب کے ایک اور شعر سے بھی اُبھرتا ہے:

ے بزم میں اس کے روبرو کیوں نہ خاموش بیٹھیے
اس کی تو خامشی میں بھی ہے یہی مدعا کہ یوں! (۱۳)

خاموش رہ کر سامنے والے کو خاموشی کا حکم دینا ایک خاص انا پرست تاثر کا غماز ہے جو شعر پر غور کرنے سے

واضح ہوتا ہے۔محبوب کی بے نیازی کے تاثرات غالب کے ہاں بہت طاقت ور ہیں۔ غالب نے اپنے محبوب کے غرور وتکبر یاعزّ و ناز کی توضیح کے لیے بعض اشعار میں اس کی بے نیازی کی بہت خوب صورت تصویر کشی کی ہے۔ وہ کبھی غالب کی زبانی اس کا حالِ دل مفصل سن لینے کے بعد سب ان سنی کر کے جواب کی بجائے محض ''کیا'' کا لفظ بول کے غالب کی ساری محنت اکارت کر دیتا ہے تو کبھی غالب اس کے بارے میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے:

؎ تم ان کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ ''یاد نہیں !'' (۱۴)

اشعارِ غالب میں نفسیاتی تاثرات کی یہ پرتیں خاصی دلچسپ اور بعض اوقات حیرت انگیز ہیں۔ انسانی نفسیات کا باضابطہ مطالعہ کیے بغیر کمالِ مہارت سے اس کی عکاسی غالب کو ایک جینئس (Genius) ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ ایک جینئس جس نے نفسیاتِ انسانی کی مختلف صورتوں کو اگر اپنے تجربات کی بناء پر بیان کیا ہے تو اس کے نفسیاتی تجربات کا تنوع انہیں حیرت انگیز بناتا ہے اور اگر یہ محض اس کے مشاہداتی بیان ہیں تو غالب کو ایک مکمل ماہر نفسیات کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ غالب کے ان اشعار کو دیکھ کر یہ اندازہ بہ آسانی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی شاعری میں کئی نفسیاتی کیفیات کا ذکر بلکہ کئی نفسیاتی تاثرات کی امیجری بھی موجود ہے۔اشعارِ غالب میں یہ نفسیاتی تاثرات کچھ ایسے قرینے سے موجود ہیں کہ جیسے جیسے قاری شعر کی کیفیت پر غور کرتا ہے ویسے ویسے اس شعر میں پس پردہ موجود امیجری کا عکس گہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کسی خاص تاثر یا احساس کا مکمل عکس آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے:

؎ غیر پھرتا ہے لیے یوں ترے خط کو کہ اگر
کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے (۱۵)

زندگی میں کتنی ہی بار ایسی صورتِ حال دیکھنے کو ملتی ہے جب کوئی شیخی باز کوئی چیز اس طور سے چھپاتا ہے کہ وہ مکمل طور پر پوشیدہ نہ رہے اور لوگ اس شے کو نصف عیاں اور نصف نہاں دیکھ کر خود ہی پوچھیں کہ یہ کیا ہے تو اسے وہ چیز دکھانی پڑ جائے۔محبوب کے خط کو غیر کے اس طرح چھپانے کی نیت بھی شعر سے ظاہر ہے۔ ایک اور معروف شعر ملاحظہ ہو:

؎ کون ہوتا ہے حریف مئے مرد افگنِ عشق
ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد (۱۶)

اس شعر میں بڑے بلیغ معنی پوشیدہ ہیں جن کے بارے میں مولانا حالی رقم طراز ہیں:

''اس شعر کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ جب سے میں مر گیا ہوں مے مرد افگن عشق کا ساقی، یعنی معشوق، بار بار صلا دیتا ہے یعنی لوگوں کو شرابِ عشق کی طرف بلاتا ہے۔ مطلب یہ کہ میرے بعد شراب عشق کا کوئی خریدار نہیں رہا، اس لیے اسے بار بار صلا دینے کی ضرورت ہوتی ہے......اس میں ایک نہایت لطیف معنی پیدا ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ پہلا مصرع ہی ساقی کی

صلا کے الفاظ ہیں اور اس مصرع کو وہ مکرر پڑھ رہا ہے۔ ایک دفعہ بُلانے کے لہجے میں پڑھتا ہے ''کون ہوتا ہے حریف مئے مردافگنِ عشق''، یعنی کوئی ہے جو مے مردافگنِ عشق کا حریف ہو؟ پھر جب اس آواز پر کوئی نہیں آتا تو اسی مصرع کو مایوسی کے لہجہ میں مکرر پڑھتا ہے ''کون ہوتا ہے حریف مئے مردافگنِ عشق''، یعنی کوئی نہیں ہوتا۔ اس میں لہجہ اور طرزِ ادا کو بہت دخل ہے۔ کسی کو بلانے کا لہجہ اور ہے اور مایوسی سے چپکے چپکے کہنے کا اور انداز ہے۔'' (۱۷)

مولانا حالی کی اس بلیغ توضیح میں ہمارے موضوع کے حوالے سے ایک اضافے کی گنجائش موجود ہے اور وہ یہ کہ شعر کے ظاہری اور اوّل الذکر معنی میں یہی پہلا مصرع غالب کی خود اعتمادی اور فخر کا مظہر بھی ہے کہ میرے بعد شراب عشق کے نشے سے نباہ کر سکنے والا کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ معنی کی پہلو داری کے اعتبار سے شعر کا یہ ایک مصرع تین الگ الگ طرز کے اثرات کا مظہر ہے۔

کلامِ غالب میں بیسیوں اشعار ایسے ملتے ہیں جن میں غالب کا اپنا یا کسی دوسرے شخص کا کوئی نفسیاتی تاثر عیاں کیا ہے۔ یہی تاثرات اور ان کی فن کارانہ تصویر کاری کلامِ غالب کی معنویت کو دوچند کرتی ہے۔ ذیل میں مزید کچھ اشعار ایسے پیش کیے جا رہے ہیں جن میں اسی طرح کسی خاص تاثر یا کسی خاص نفسیاتی پہلو کی عکاسی بہ آسانی محسوس کی جا سکتی ہے:

ے ہے تیوری چڑھی ہوئی اندر نقاب کے
ہے اِک شکن پڑی ہوئی طرفِ نقاب میں (۱۸)

☆☆☆☆

ے کہا تم نے کہ ''کیوں ہو غیر سے ملنے میں رسوائی؟''
بجا کہتے ہو، سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہاں کیوں ہو! (۱۹)

☆☆☆☆

ے اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے (۲۰)

☆☆☆☆

ے سمجھ کے کرتے ہیں بازار میں وہ پرسشِ حال
کہ یہ کہے کہ سرِ رہگزر ہے کیا کہیے! (۲۱)

☆☆☆☆

ے دونوں جہان دے کے وہ سمجھے کہ خوش رہا
یاں آ پڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں (۲۲)

☆☆☆☆

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے
شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا (۲۳)

ایسے اشعار جہاں غالب کے نفسیاتی شعور کا پتا دیتے ہیں وہیں ان میں موجود انسانی نفسیات کا علم اور اس موضوع سے غالب کی دلچسپی بھی عیاں ہوتی ہے۔ غالب نہ صرف اپنے اشعار میں ایسی نفسیاتی تصاویر کو بڑی مہارت سے پیش کرنے کا عادی ہے بلکہ یہ کیفیت اس کی شاعری میں موجود کئی دلچسپ عناصر کا وسیلہ اور اس کے کلام کی عظمت کا ایک بین ثبوت بھی بنتی ہے۔

حوالہ جات:

(۱) غالب، مرزا اسداللہ خان، **دیوانِ غالب**، المسلم پبلشرز اُردو بازار، کراچی، ۱۹۸۹ء، ص:۱۶۱

(2) Carole Wade, ***Psychology Pearson Education***, Dorling Kindersley, India, eighth edition, 2007, P.456.

(3) Ibid , P.457

(4) William E. Glassman, ***Approaches to Psychology***, Open University Press, Berkshire, England, 2004, P.228

(۵) غالب، مرزا اسداللہ خان، **دیوانِ غالب**، ص:۱۷۰

(۶) ایضاً ، ص:۶۴

(۷) ایضاً ، ص:۱۲۳

(۸) ایضاً ، ص:۱۰۹

(۹) ایضاً ، ص:۱۷

(۱۰) ایضاً ، ص:۱۵۷

(۱۱) ایضاً ، ص:۶۶

(۱۲) ایضاً ، ص:۱۹۹

(۱۳) ایضاً ، ص:۱۲۳

(۱۴) ایضاً ، ص:۱۱۵

(۱۵) ایضاً ، ص:۱۸۴

(۱۶) ایضاً ، ص:۷۴

(۱۷) حالی، مولانا الطاف حسین، **یادگارِ غالب**، خزینۂ علم و ادب، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص:۱۲۷۔۱۲۸

(۱۸) غالب، مرزا اسداللہ خان، **دیوانِ غالب**، ص:۱۰۷

(۱۹) ایضاً، ص:۱۳۲

(۲۰) ایضاً، ص:۱۴۹

(۲۱) ایضاً، ص:۱۹۱

(۲۲) ایضاً، ص:۱۱۲

(۲۳) ایضاً، ص:٦۵